يعلمهم الكتاب والحكمة

شعر گوئی نہ سمجھنا کہ میرا کام ہے یہ ... قالب شعر میں آسی فقط الہام ہے یہ

سخن کی جان الہامی بیان کلام تلمیذ رحمٰن محبوب یزدان قطب العارفین غوث العالمین

حضرت شیخ محمد عبد العلیم آسی رشیدی رضی اللہ عنہ و عنا بہ

مسمی بہ

عین المعارف

جسکو

ناہج مناہج طریقت جناب سید شاہد علی صاحب رشیدی سجادہ نشین حضرت مصنف نے مرتب کیا

اور باجازت جناب موصوف

بندہ احقر محمد اظہر جنرل مرچنٹ علی نگر شہر گورکھپور نے

سلیمانی پریس محلہ گائگھاٹ شہر بنارس میں

چھپوا کر شایع کیا

ستمبر ۱۹۱۷ء

بار اول ۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٰہی انت العلیم الرشید صل وسلم علی حبیبک الوحید وعلی آلہ واصحابہ وعشاقہ شہداء وصالہ وفراقہ لاسیما علی مشائخنا الکرام الواصلین الی اقصی ذروۃ التوحید بسلام۔

سخن آفریں کی ثنا اور ادراک بشر افصح العرب والعجم کی نعت کی ہوا اور عقل شکستہ پرہ

الحمد اللہ حمد باری کا راز — ہے تا سب نظر سوز و پر عقل گداز
نعت احمد سے ظل نورانی حمد — تمیز میں حیران ہے عقل ممتاز

کبھی مصنف کا رتبہ کلام سے کبھی کلام کا پایہ مصنف سے اعتبار کیا جاتا ہے اس دیوان کے مصنف کا رتبہ بلند کلام سے وہی اندازہ کرسکتا ہے جو ہمہ تن عشق اور سراپا عرفان ہو وہی اس الہامی کلام سے لطف اوٹھا سکتا ہے جسکے احوال رفیعہ کے عرش پر مقام ہو جس میں صفت کلام کا ظہور اتم ہو ہر محاورہ اردو داں معنی رس نہیں ہر موزوں طبع عروض سنج حقیقت آشنا نہیں اگر عرفان میں نقص عشق میں خامی ہے تو ایسے اشعار کی معنی فہمی کا حاصل ناکامی ہے جو اہل حال نہیں وہ ایک عالی مقام صوفی کا حقیقت سے لبریز کلام کیا سمجھ سکتا ہے معنی کو الفاظ کا

وہ جسم تھا یا کوئی اگل تر شمیم جسکی وہ روح پرور
جدہر سے گذرے بسا وہ رستا بنا پسینا گلاب ہوکر

نگاہیں برچھی نہیں ہیں اونکی کہ غمزہ اُنکا نہیں ہے خنجر
کریں گے اقرار خون آسی کبھی تو وہ لاجواب ہوکر

بڑا جو ہجر صبا و جسم لاغر پر
تو ہڈیاں ہوئیں باہر بدن کے اندر پر

نہ میرے دل نہ جگر پر نہ دیدۂ تر پر
کرم کرے وہ نشان قدم تو بہتر ہے

تمہارے حسن کی تصویر کوئی کیا کھینچے
نظر ٹہرتی نہیں عارض منور پر

کسی نے لی رہ کعبہ کوئی گیا سوے دیر
پڑے رہے ترے بندے مگر ترے در پر

گناہگار ہوں میں واعظو تمہیں کیا فکر
میرا معاملہ چہوڑدو شفیع محشر پر

اون ابروؤں سے کہو کشتنی میں جان پہ ہی
اسی کے واسطے خنجر کہینچا ہے خنجر پر

پلادے آج کہ مرتے ہیں رند اے ساقی
ضرور کیا کہ یہ جلسہ ہو آب کوثر پر

صلاحیت بہی تو پیدا کرا اے دل مضطر
پڑا ہے نقش کف پائے یار پتھر پر

وفور جوش ضیا اور اون کے دانتو نکا
حباب گنبد گردوں ہے آب گوہر پر

اخیر وقت ہے آسی چلو مدینے کو
نثار ہوکے مرو تربت پیمبر پر

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہوکر
اوتر پڑا ہے مدینے میں مصطفا ہوکر

کیا جو عشق نے کاہیدہ مثل کاہ مجھے
کشش کسی کی اوڑا لیگئی ہوا ہوکر

قرار جز دل عاشق کجا حسیناں را
وہ آخر آئے میرے دلمیں جابجا ہوکر

نہ پوچھو تندی و تیزی مئے محبت کی
جسے یہہ نشہ چڑہا رہگیا فنا ہوکر

میرا سفینہ تلاطم میں بحر عشق کے ہے
مزا تو جب ہے خدا آئے نا خدا ہوکر

بجز تمہارے کسی کا وجود ہو یہ محال
مگر تمہیں نظر آتے ہو ما سوا ہوکر